Al-Mahdi Research Journal
Vol. 03, No. 02 (July-Dec 2022)
ISSN (p): 2789-4142 ISSN (e):2789-4150

رؤیت ہلال کی شرعی حیثیت اور عصر حاضر میں ٹیکنالوجی کا استعمال (تقابلی و تجزیاتی جائزہ)

Crescent's view in sharia and use of technology in contemporary era (Comparative and an analytical study)

Muhammad Tahir Aarbi
M. Phil Scholar Islamic studies department GCU Faisalabad
Tahiraarbi5@gmail.com
Dr. M. Mudassar Shafique
V. Lecturer Islamic studies department NUML University, Multan Campus
mudassaraarbi@gmail.com
Saira Tariq
V. Lecturer Islamic studies department Agriculture University Faisalabad
sairatariq1813@gmail.com

Abstract:

This research paper seeks to explore the views of crescent in sharia and the use of technology in the contemporary era. The paper aims to provide a comparative and analytical study of the two topics, and to identify the implications of the use of technology in sharia. The research questions that will be addressed include: what is the crescent view of sharia and technology? What are the implications of the use of technology in sharia? What is the impact of technology in the contemporary era? The methodology used in this research paper will involve a literature review of existing studies on the topic, as well as interviews and surveys of experts in the field. The significance of this research paper is that it will provide a comprehensive understanding of the crescent view of sharia and the use of technology in the contemporary era. The research paper will also contribute to the body of knowledge by providing a comprehensive overview of the implications of the use of technology in sharia. In conclusion, this research paper seeks to explore the views of crescent in sharia and the use of technology in the contemporary era. Through a comprehensive analysis of existing literature, interviews, and surveys, this paper will provide a comprehensive understanding of the implications of the use of technology in sharia. The research paper will also contribute to the body of knowledge by providing a comprehensive overview of the implications of the use of technology in sharia.

Key Words: Crescent view, use of technology, Islamic institution, lunar calendar, Islamic jurisprudence

تمہید

انسان ٹیکنالوجی کی ترقی کے بل بوتے پر اس وقت عظمت کی بلندیوں پر ہے۔ تسخیر کائنات سے ارض و سما میں کامیابی کے ڈنکے بجا رہا ہے۔مادی کائنات کی تسخیر کے بعد مذہب کو بھی اپنے رنگ میں رنگنے کے لیے نت نئ ٹیکنالوجی متعارف کرا رہا ہے۔مذہبی اور دینی علوم کے قدیم اور فی زمانہ قابل عمل نہ ہونے کی گردان جاری ہے۔تاکہ ان کو ناقابل عمل قرار دے کر یا تو یکسر ختم کر دیا جائے یا پھر اپنی مرضی سے ان میں تبدیلی کی جاسکے۔مگر یہ ممکن نہیں کیونکہ ٹیکنالوجی کی ترقی انسانی ذہن کی کاوش ہے اور دینی تعلیمات الہامی ہیں۔یہی وجہ ہے کہ انسانی ذہن جوں جوں ترقی کرتا ہے سابقہ تخمینے، اندازے اور نظریات زوال پزیر ہو جاتے ہیں اور انکی جگہ نئے دعوے اور نظریات جنم لیتے ہیں یعنی دوسرے الفاظ میں ٹیکنالوجی یا انسانی ترقی مسلسل تبدیلی کا نام ہے۔اس میں جمود نہ ہے دوسری طرف مذہب وقت کے ساتھ تبدیلی کا نام نہیں ہے بلکہ دین کی خوبی یہ ہے کہ یہ زمانہ کی تبدیلیوں کو نئ وسعت اور گائیڈ لائن دیتا ہے تاکہ دین کی تعلیمات کی روشنی میں ترقی کی اچھی چیزوں کو اپنا لیا جائے۔غلط چیزوں سے بچا جائے اور معاشرہ پھلتا پھولتا رہے۔

ٹیکنالوجی کی ترقی نے یہود و نصاریٰ کی تہذیبوں میں بڑی تیزی سے کامیابی حاصل کی ہے بلکہ اسے اپنایا ہے۔وجہ صاف ظاہر ہے کہ انکی دینی تعلیمات اب الہامی نہ رہی ہیں۔ان میں سینکڑوں تبدیلیاں ہو چکی ہیں۔انھوں نے زمانہ کی ترقی کے ساتھ اپنے مذہبی علوم کو بھی تبدیل کیا بلکہ شخصی مفادات پر بھی دینی تعلیمات کو قربان کیا۔سب سے بڑھ کر ان میں سے کوئی ایک گروہ بھی یہ دعوی نہیں کر سکتا کہ انکی موجودہ تعلیمات (جو ان کے پاس کتب کی صورت میں ہیں) تبدیلیوں سے پاک ہیں۔چنانچہ ان اقوام کے پاس الہامی کی بجائے مخلوق کا تبدیل شدہ مذہبی لٹریچر (ادب) موجود ہے۔جس کی وجہ سے دنیاوی ترقی ان کے مذہبی ادب سے مخالفت نہیں رکھتی۔جہاں مخالفت کا اندیشہ ہو اسے اپنے حق میں تبدیل کرنے کا ہنر وہ جانتے ہیں۔اس لیے وہ ہر ترقی کو آنکھ بند کر کے تسلیم کرتے ہیں اور اس پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔

جبکہ دین اسلام میں ایسا ممکن نہ ہے کیونکہ دین اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔اس کا پیغام قرآن مجید اور احادیث نبوی ﷺ کی صورت میں قیامت تک کے لوگوں کے لیے نہ صرف محفوظ ہے بلکہ راہبری و راہنمائی کا مینار ہے۔یہی وجہ ہے کہ مسلمان ٹیکنالوجی کی ہر تبدیلی اور ترقی کو دین کے اصولوں کی روشنی میں پرکھتے ہیں۔کیونکہ دین ہی ہر ترقی اور تبدیلی کو اپنانے یا انکار کرنے کی کسوٹی ہے۔ دین کی تعلیم، اصول اور ضابطے دائمی ہیں اور ٹیکنالوجی کی ترقی عارضی اور ہر لمحہ تبدیل ہونے والی ہے۔دائمی کو عارضی پر قربان نہیں کیا جاسکتا بلکہ دائمی کو اپنایا جائے گا اسی لیے اسلام میں ہر تبدیلی کو قرآن و حدیث کے دائمی احکامات کی کسوٹی پر پرکھا جاتا ہے اور اگر وہ ترقی کا زینہ قرآن و سنت سے مطابقت رکھتا ہے تو اجماع امت کے عظیم ادارے کے ذریعے اپنا لیا جاتا ہے۔مخالفت میں ہو تو اس سے کنارہ کشی اختیار کی جاتی ہے۔آج کل ٹیکنالوجی کی ترقی نے ہر شعبہ زندگی کو بہت زیادہ متاثر کیا ہوا ہے۔اس میں ٹی وی، کیبل، انٹرنیٹ، سوشل میڈیا کے ذریعے ٹیکنالوجی کی یلغار اور رؤیت ہلال وغیرہ کے نت نئے مسائل نے معاشرے میں بھونچال پیدا کر دیا ہے۔جدید سائنس نے جس طرح پورے معاشرے کے رہن سہن، روایات اور اقدار کو بدل کر رکھ دیا ہے اسی طرح رویئت ہلال کے مسئلے پر بھی تبدیلی دروازے پر دستک دے رہی ہے۔جس سے مذہبی اور دینی حلقوں میں کافی اضطراب اور بے چینی پائی جاتی ہے۔پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا پر حق اور مخالفت میں بحث کا آغاز ہو گیا ہے کہ رویئت ہلال کے معاملے میں ٹیکنالوجی میں استفادہ کرنا کس حد تک درست ہے؟

اسلام ہمیں باہمی اختلافات کو غور وفکر اور تدبر کے ساتھ مل کر حل کرنے کا درس دیتا ہے۔ ہمیں لڑائی جھگڑے سے بچ کر معاشرہ کی تعمیر وترقی میں حصہ لینے کی طرف رغبت دلاتا ہے۔ اس لئے باہمی فروعی اختلافات کو نظر انداز کر کے باہمی اشتراک پر ایک جدید اسلامی فلاحی معاشرہ کی بنیاد رکھی جا سکتی ہے۔ جس کی بنیاد اخلاص، برداشت، مذہبی رواداری، مساوی معاشی ترقی کی راہیں، تحمل، بردباری، انصاف اور بھائی چارہ جیسے عظیم اصولوں پر ہو۔ ان عالمگیر اصولوں پر عمل کر کے ملک وملت کی بھنور میں پھنسی کشتی کو نکالا جا سکتا ہے۔ رؤیت ہلال میں فی زمانہ بحث یہ ہے کہ ٹیکنالوجی کی ترقی سے فائدہ اٹھا کر ہر سال ماہ شعبان اور ماہ رمضان میں ہلال کمیٹی کے اعلان کی بجائے 5-10 سالہ قمری کیلنڈر تشکیل دیا جائے۔ (جس کی ویب سائیٹ کا افتتاح ہو چکا ہے اور دس سالہ قمری کیلنڈر منظر عام پر آ چکا ہے)۔ تاکہ عوام میں رؤیت ہلال کمیٹی کے فیصلوں سے بعض اوقات جو پریشانی لاحق ہوتی ہے اور سال میں ہر بار جو دو / تین عیدیں پڑھائی جاتی ہیں ان سے چھٹکارا حاصل کر کے ملک میں اتحاد وبھائی چارہ کی فضا قائم کی جائے۔ پورے ملک میں ایک ہی عید منائی جائے۔ اس سلسلے میں ہم 3 باتوں پر سیر حاصل بحث کریں گے جس کے نتیجے میں حقیقت تک رسائی ممکن ہو پائے گی۔

1۔ رؤیت ہلال پر جدت پسند سائنسی اور مذہبی طبقہ میں اختلاف کی وجوہات

2۔ ٹیکنالوجی کے استعمال سے رؤیت ہلال میں پیدا ہونے والے سوالات ومسائل

3۔ رؤیت ہلال میں آئمہ اربعہ کے اختلاف کی نوعیت

1۔ رؤیت ہلال پر جدت پسند سائنسی اور مذہبی طبقہ میں اختلاف کی وجوہات

رویت ہلال کا مسئلہ پاکستان میں آج کل شدت پکڑ رہا ہے۔ جس میں سائنسی اور مذہبی طبقات میں کشمکش روز بروز جنگ کی صورت اختیار کرتی جا رہی ہے۔ ہر ایک اپنے حق میں پر زور دلائل دے رہا ہے۔ دلائل تک بات ہوتی تو جلد ہی اس کا کوئی نہ کوئی مثبت نتیجہ سامنے آ جاتا۔ مگر بات رویت ہلال کی بجائے ذاتیات تک آ گئی ہے۔ خصوصاً وزارت سائنس وٹیکنالوجی کے بیانات نے رہی سہی کسر نکال کر رکھ دی ہے۔ بہر حال باشعور اور ملک وملت سے محبت کرنے والا طبقہ اس ساری صورتحال کا بغور جائزہ لے رہا ہے۔ پرنٹ میڈیا اور الیکٹرانک میڈیا پر بڑے زور وشور سے اس کے اثرات پر بات ہو رہی ہے۔ جدت پسند اور مذہبی طبقہ میں مندرجہ ذیل اختلافات سامنے آ رہے ہیں۔

1۔ نیا چاند سے کیا مراد ہے؟

2۔ رؤیت ہلال کیا ہے سائنسی اور دینی نکتہ نگاہ سے اس کی وضاحت

3۔ رؤیت کے معانی

4- رؤیت ہلال کمیٹی کے قیام کی شرعی حیثیت

چاند کی پیدائش یا نیا چاند / بصری چاند سے مراد 1-

سائنسی اعتبار سے چاند کی پیدائش سے مراد یہ ہے کہ چاند زمین کے گرد اوسطاً تقریباً 29.5 دن میں ایک چکر مکمل کرتا ہے اس چکر کے دوران ایک وقت ایسا آتا ہے کہ سورج، چاند اور زمین ایک مستوی پر آ جاتے ہیں۔ چاند، زمین اور سورج کے درمیان آ جاتا ہے ۔ سائنسی اعتبار سے یہ کیفیت چاند کی پیدائش یا نیا چاند کہلاتی ہے۔ ([1])

2۔ رؤیت ہلال کیا ہے سائنسی اور دینی نکتہ نگاہ سے اس کی وضاحت

سائنسی اعتبار سے رؤیت ہلال۔

رؤیت ہلال کیا ہے؟ ہم یہاں پر رؤیت ہلال کو سائنسی اور دینی اعتبار سے دیکھیں گے۔

فلکیاتی اصطلاح کا نیا چاند اپنے ابتدائی دور میں بال سے زیادہ باریک ہوتا ہے سورج کے بہت قریب ہونے کی وجہ سے باریک چاند سورج کی طاقت ور شعاعوں کی براہ راست زد میں ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سے انسانی آنکھ یا طاقت ور دوربینوں سے بھی نظر نہیں آتا۔ وقت کے ساتھ ساتھ چاند کی عمر زیادہ ہونے سے جہاں ایک طرف اس کی جسامت بڑھتی ہے وہیں پر سورج سے دوری کی وجہ سے اس کی طاقت ور شعاعوں کے حصار سے بھی نکل آتا ہے۔ پھر اس قدر جسامت میں بڑھ جاتا ہے کہ سورج سے خاص فاصلے پر غروب آفتاب کے بعد انسانی آنکھ کو پہلی بار نظر آنے کے قابل ہوتا ہے۔ یہ بصری نیا چاند جس کو رؤیت ہلال کہتے ہیں۔([2]) اس کو دیکھنا سنت ہے اور مسلمان رمضان المبارک اور عید کا چاند بڑے شوق سے دیکھتے ہیں۔

دینی اعتبار سے روئیت ہلال:

دینی اعتبار سے چاند کی رؤیت دو اعتبار سے معتبر ہوگی

1۔ کثرت شہادت

2۔ چاند کے نظر آنے کے امکانات

کثرت شہادت:

کثرت شہادت سے مراد یہ ہے کہ چاند کو مطلع صاف ہونے کی صورت میں لوگوں کی ایک کثیر تعداد دیکھے۔ اس بارے میں فقہاء کی متعدد آراء ہیں۔ بعض کے نزدیک 500 اور بعض کے نزدیک 1000 جم غفیر ہے۔ امام ابو یوسف کے نزدیک کم از کم 50 افراد ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ قاضی کی صوابدید پر ہے کہ حالات وواقعات کو دیکھ کر جم غفیر کے ہونے یا نہ ہونے کا فیصلہ کرے۔([3])

چاند کے نظر آنے کے امکانات:

دینی اعتبار سے چاند کی عمر پوری ہو جانا کافی نہیں بلکہ گواہوں کی گواہی کے بعد یہ بھی دیکھنا اور پرکھنا ہے کہ آیا اس دن چاند نظر آنے کے امکانات ہیں بھی یا نہیں۔ اگر اس دن چاند کے نظر آنے کے امکانات نہ ہوں تو گواہوں کی گواہی غیر معتبر ہوگی۔

چاند کے نظر آنے کے امکانات کو مندرجہ ذیل مشاہدات سے معلوم کیا جا سکتا ہے۔

1۔ مقام مشاہدہ کی سطح پر سمندر سے بلندی اگر کم ہو تو ان انعطاف نو کی شرح زیادہ ہوگی اور روئیت ہلال کے لیے زیادہ ساز گار ہوگی۔ اس سے معلوم ہوا کہ پہاڑوں کی نسبت ساحل سمندر پر نیا چاند دکھائی دینے کے امکانات زیادہ ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مرکزی رویت ہلال کمیٹی پاکستان کا مرکزی اجلاس کراچی میں ہوتا ہے کیونکہ وہاں ساحلی پٹی ہونے کے سبب چاند جلد نظر آنے کے امکانات زیادہ ہیں۔ اس کے برعکس خیبر پختونخواہ جیسے علاقے جہاں پہاڑ ہیں اور سبزہ کے سبب مطلع اکثر ابر آلود رہتا ہے وہاں ہلال کے نظر آنے کے امکانات کم ہوتے ہیں۔

2۔ چاند کی رؤیت کے لیے چاند کی کم از کم عمر 20 گھنٹے ہونی چاہیے۔

3۔ غروب شمس اور غروب قمر کا درمیانی فرق کم از کم 40 منٹ ہونا چاہیے۔

4۔ اگر چاند کی عمر 30 گھنٹے سے بڑھ جاتی ہے تو غروب شمس اور غروب قمر کا درمیانی فرق 35 منٹ ہونے پر بھی ہلال نظر آجاتا ہے۔

5۔اگر غروب شمس اور غروب قمر کا درمیانی فرق 50 منٹ سے بڑھ جائے تو تقریباً 19 گھنٹے کی عمر کا چاند بھی دکھائی دے جاتا ہے۔([4]) چنانچہ نئے چاند کی ولادت کے ہونے یا نہ ہونے پر تو سائنسدانوں سے کلی اتفاق و اجماع ہوتا ہے لیکن امکان رویئت جب خفیف درجے میں ہو تو ان کے معیارات میں اختلاف ہو جاتا ہے یہ بات یاد رہے کہ مکمل عدم امکان رویت اور صریح امکان رویت کے موقع پر ماہرین میں اختلاف کی نوبت نہیں آتی بلکہ خفیف امکان رویت کے موقع پر اختلاف ہو جاتا ہے۔جس میں سائنس ہلال کے علم ہونے پر رمضان المبارک اور عید کا اعلان کر دیتی ہے۔جب کہ شریعت میں چاند کے نظر آنے پر اعلان رمضان و عید ہوتا ہے۔کیونکہ اسلامی نظام رویت کا دار و مدار بنیادی طور پر رویت بصری پر ہے اور اس کے لیے لوگوں کا چاند دیکھنا اور امکان رویت کا ہونا ضروری ہے۔

رؤیت کے معانی:

جدید سائنس کی روز بروز ہوتی ترقی اور ٹیکنالوجی کی نت نئی ایجادات نے جدید پڑھے لکھے طبقے کو کافی مرعوب کیا ہے جس کی وجہ سے وہ ہر مسئلے کا حل سائنس میں ڈھونڈنے کی کوشش کرتے ہیں۔رویت ہلال کے اس مسئلے پر بھی بعض جدت پسند اہل علم نے سائنسی علم کا سہارا لیتے ہوئے رویت کا معنی علم کیا ہے یعنی جان لینا۔اس لیے جب موجودہ دور میں سائنسی اور فنی ذرائع سے کسی چیز کا علم حاصل ہو جاتا ہے تو پھر قضائے شرعی کے لیے اس پر اکتفاء کر لیا جائے اور مستقل طور پر اسلامی کیلنڈر بنا لیا جائے تاکہ کسی قسم کا اختلاف نہ ہو۔

یہ رائے اصول دین سے ناواقفیت کا اظہار کرتی ہے۔اصول فقہ کا مسلمہ قاعدہ ہے کہ جب تک کسی لفظ کے حقیقی معنی متروک یا متعذر نہ ہوں اسے حقیقت پر ہی محمول کیا جائے گا۔([5])

رویت کے حقیقی معنوں سے واقفیت کے لیے حدیث مبارکہ کا حوالہ ضروری ہے۔نبی اکرم نے فرمایا

صوموا لروئیتہ و افطروا لروئیتہ ([6])

اس حدیث میں رویت کا حقیقی معنی نبی اکرم ﷺ کے دور سے آج تک مسلمانوں کا معمول رہا ہے ہر دور میں اس پر عمل ہوتا رہا ہے۔اس پر عمل کرنے میں تعذر نہیں ہے۔ٹیکنالوجی سے استفادہ تو کیا جا سکتا ہے لیکن اگر چاند افق پر موجود ہو اور نظر نہ آئے تو فیصلہ حساب پر نہیں بلکہ رؤیت پر ہو گا۔([7])لہٰذا حقیقی معنی سے ہٹنے کا کوئی جواز نہیں ہے۔

پاکستان میں رؤیت ہلال کمیٹی کی شرعی حیثیت؛

سبب تشکیل:

کسی بھی ملک کو کامیابی سے چلانے کے لیے وہاں پر مختلف ادارے تشکیل دیے جاتے ہیں تاکہ عوام الناس کو کسی ضابطے اور قانون کا پابند کیا جا سکے۔ان کی ضروریات کو مساوی طور پر پورا کرنے کے لیے آسانیاں پیدا کی جا سکیں۔تاکہ معاشرہ لا قانونیت کا شکار نہ ہو۔جس کی لاٹھی اس کی بھینس جیسا ظالمانہ اور جاہلانہ طور طریقے سے زندگی گزارنے کی بجائے انصاف اور قانون کی حکمرانی ہو۔یہی وجہ ہے کہ مختلف رسوم و رواج انسان کو بکھیرتے ہیں جب کہ ایک قانون اور ضابطہ انسانوں کو جوڑتا ہے۔اس لیے اسلامی حکومت کی شعائر اسلام پر قرآن و سنت کے مطابق عمل درآمد کروانا اس کی بنیادی ذمہ داری ہے۔اس کو مد نظر رکھتے ہوئے رویت ہلال کے

سلسلے میں حکومت پاکستان نے ایک مرکزی کمیٹی تشکیل دے کر قوم کو ایک عید اور ایک ساتھ رمضان کے شروع کرنے کی بھاری ذمہ داری سونپی ہے۔ کمیٹی کے نہ ہونے کی صورت میں ہر گاوں اور شہر کی مختلف مساجد کے مختلف مسالک سے تعلق رکھنے والے علما کرام اپنی مرضی کی اجارہ داری قائم کر کے ملک اور قوم کو افراتفری اور لا قانونیت کی طرف لے جاسکتے ہیں (جیسا کہ 2019 کے رمضان میں خیبر پختونخواہ کے مخصوص مسلک سے متعلق چند علماء نے ایک دن پہلے عید الفطر کا اعلان کر کے لاکھوں مسلمانوں کا روزہ ضائع کیا) اس سے ملک کی یک جہتی، شعائر اسلام کی حرمت اور مذہبی رواداری پر حرف آسکتا ہے۔

تشکیل:

حکومت پاکستان میں ملک بھر سے تمام مکاتب فکر کے جید اور ثقہ علما کرام پر مشتمل مرکزی رؤیت ہلال کمیٹی پاکستان قائم کی ہے اس کی اعانت کے لیے ملک کے تمام صوبائی، ڈویژنل، ضلعی اور سب ڈویژنل ہیڈ کوارٹرز پر زونل رویت ہلال کمیٹیاں موجود ہیں۔(8) اس کے علاوہ کمیٹی کے ساتھ فنی ماہرین جن میں محکمہ موسمیات، پاکستان نیوی اور سپارکو کے نمائندے فنی معاونت کے لیے موجود ہوتے ہیں۔ اور ان کی متفقہ رائے کی روشنی میں تمام ممبران کی موجودگی میں چیئرمین رویئت ہلال کمیٹی چاند کی رؤیت یا عدم رؤیت کا اعلان کرتے ہیں۔(9)

مجلس قضاءاور قاضی کی تقرری کی شرط:

روءیت ہلال چونکہ ایک حساس مسئلہ ہے اور اس سے پورے ملک کے مسلمان متاثر ہوتے ہیں اس لیے ضروری ہے کہ اس مسئلے کے حل کے لیے ایک کمانڈنگ اتھارٹی ہو جو اپنی زیر نگرانی جملہ گواہیاں / امکان رویئت جیسے مسائل کو حل کرنے میں مہارت رکھتی ہو ۔اس کے لیے ضابطہ یہ ہے کہ

جس بات کا تعلق شہادت سے ہو تو اس کے لیے مجلس قضاء ضروری ہے اور مجلس قضاء کے لیے قاضی کا ہونا ضروری ہے۔

قاضی وہ ہوتا ہے جس کو بادشاہ یا حکومت وقت نے منصب قضاء پر مقرر کیا ہو محدود وقت کے لیے یا غیر محدود وقت کے لیے، مخصوص علاقے کے لیے یا پورے بادشاہ حکومت کے دائرہ اختیار کے اندر تمام علاقوں کے لیے، تمام مسائل یا کسی ایک نوع کے مسائل یا مخصوص مسئلہ کے لیے۔ جو بادشاہ قاضی کو مقرر کرتا ہے اس کے لیے عادل یا مسلمان ہونا ضروری نہیں ہے۔(10)

ملک پاکستان میں اب انصاف کے لیے الگ سے عدالتیں قائم ہیں جس میں قاضی کو جج کہا جاتا ہے ان کو عدالتوں کے انصاف تک محدود کیا گیا ہے جب کہ ماضی میں قاضی انصاف کے ساتھ زندگی کے اور بھی بہت سے مسائل کے حل کا ذمہ دار ہوتا تھا جس میں روءیت ہلال بھی شامل ہے۔ مگر اب حکومت نے اس کے لیے ایک الگ نظام مرکزی رؤیت ہلال قائم کیا ہے۔ جس میں ملک بھر کے جید علماء شامل کیے جاتے ہیں جن کے ذمہ صرف یہ کام ہوتا ہے کہ وہ قرآن و سنت کی روشنی میں رؤیت ہلال کے اعلان کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔

جب کہ سائنسی ترقی کو انسانیت کی کامیابی قرار دینے والا جدید طبقہ رؤیت ہلال کمیٹی کو وقت اور پیسے کا ضیاع سمجھتا ہے اور اس کمیٹی کو غیر ضروری خیال کرتا ہے۔ اس کے نزدیک جب رویئت ہلال کا علم سائنس کی ٹیکنالوجی سے ہمیں کئی سال قبل بلکہ دہائیوں تک ہو سکتا ہے تو پھر اتنے بڑے ادارے کا قیام غیر ضروری ہے اور اتنے زیادہ اہتمام اور احتشام سے روءیت ہلال شاہانہ اخراجات اور فضول خرچی میں آتا ہے۔ جس کی کوئی ضرورت نہ ہے۔ مفت کی تنخواہیں لینے والے علماء سے جان چھڑا لینی چاہیے اور سائنس و ٹیکنالوجی پر مکمل بھروسہ کرنا چاہیے۔ جس سے ملک میں رمضان اور عید کے چاند کی رویئت کی صورت میں وحدت پیدا ہو گی۔

مندرجہ بالا گفتگو سے ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ سائنسی طبقہ چاند کی مدت پوری ہونے پر رویت ہلال کا اعلان کر دینا دینی فریضہ سمجھ رہا ہے اور اسے اپنی کامیابی جانتا ہے جب کہ مذہبی طبقہ قرآن و سنت کو اپنا رہبر و رہنما مانتے ہوئے اپنے بیانیے سے پیچھے ہٹنے کو تیار نہیں ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ قرآن و سنت سائنس کے تابع نہ ہے۔ رویت ہلال میں احادیث مبارکہ واضح ہیں کہ جب تک چاند نظر نہ آئے رمضان یا عید نہ کرو۔ ظاہری آنکھ سے دیکھنے کو رویت ہلال کہا گیا ہے نہ کہ علم حاصل کرنے کو۔ اس لیے سائنسی طبقہ کو اختلاف میں حد سے نہیں گزرنا چاہیے بلکہ حقیقت کو سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

2۔ ٹیکنالوجی کے استعمال سے رویت ہلال میں پیدا ہونے والے سوالات و مسائل:

رویت ہلال میں ٹیکنالوجی کے استعمال سے ذہنوں میں چند سوالات ابھرتے ہیں جن کا مناسب جواب ضروری ہے مثلاً

1۔ ٹیکنالوجی پر مکمل بھروسہ کیا جا سکتا ہے؟

2۔ ٹیکنالوجی سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی متبادل ہو سکتی ہے؟

3۔ ٹیکنالوجی کا استعمال ہمیں کئی سنتوں سے محروم کر دے گا۔

اس کے علاوہ ہمیں بڑے غور و فکر اور تدبر سے اس پہلو پر بھی سوچنے کی ضرورت ہے کہ

"رویت ہلال میں آئمہ اربعہ کے اختلاف کی حقیقت کیا ہے؟" اس کو تحقیقی انداز میں جانچنا ہے تاکہ مسئلے کو سمجھ کر اختلاف سے نکل کر حقیقت پر مبنی فقہی سوچ کو اپنایا جا سکے۔

1۔ ٹیکنالوجی پر مکمل بھروسہ کیا جا سکتا ہے؟

تو اس کا جواب جو علماء کرام اور مذہبی پڑھا لکھا طبقہ دے رہا ہے کے مطابق قمری کلینڈر کو مخصوص نہیں کیا جا سکتا۔ ہاں سولر کیلنڈر کو مخصوص کیا جا سکتا ہے کیونکہ اس میں تبدیلی نہیں آتی۔ شمسی / سولر سال 365 دن کا ہوتا ہے اور قمری سال 355 دن کا۔ چاند کے گھٹنے بڑھنے پر قمری ماہ کا تعین ہوتا ہے اور قمری ماہ کبھی 29 دن کا ہوتا ہے اور کبھی 30 دن کا۔ کبھی مسلسل دو ماہ 30 دن یا 29 دن کے بھی ہو سکتے ہیں۔ اس لیے قمری سال کو مخصوص نہیں کہا جا سکتا۔ ہاں پیشین گوئی (اندازہ) ضرور کی جا سکتی ہے۔ اس کے لیے جدید ٹیکنالوجی (دوربین۔ مائیکروسکوپ وغیرہ سے) استفادہ کیا جا سکتا ہے۔ جس میں کوئی برائی نہ ہے۔ [11]

قرآن و سنت میں ایسی وضاحت نہیں ہے کہ زیادہ سے زیادہ کتنے قمری مہینے مسلسل تیس دن کے ہو سکتے ہیں اور کتنے مسلسل 29 دن کے ہو سکتے ہیں؟ امام احمد رضا فرماتے ہیں کہ زیادہ سے زیادہ مسلسل چار قمری مہینے تیس دن کے ہو سکتے ہیں اور زیادہ سے زیادہ مسلسل تین قمری مہینے انتیس دن کے ممکنہ طور پر ہو سکتے ہیں [12]

اور اسی طرح امام قسطلانی کے نزدیک دو یا تین قمری مہینے مسلسل انتیس کے ہو سکتے ہیں [13]

لیکن یہ سب امکانات کی باتیں ہیں ان پر کسی شرعی فیصلے کا مدار نہ ہے۔

اس کے علاوہ جدید ٹیکنالوجی کے استعمال پر مکمل بھروسہ اس لیے بھی نہیں کیا جا سکتا کہ محکمہ موسمیات موسم اور بارش کے بارے میں روزانہ بتاتا ہے۔ اکثر اس کی پیشین گوئی درست ثابت ہوتی ہے۔ بعض اوقات ٹیکنالوجی کے بالکل خلاف موسم ہوتا ہے۔ یہ بات کسی حد تک دل کو لگتی ہے کہ ٹیکنالوجی سے استفادہ تو کیا جا سکتا ہے مگر اندازے کی حد تک۔ اس کو مخصوص کرنے کے معاملے میں تحفظات شدید ہیں۔

2۔ ٹیکنالوجی سنت نبوی کی جگہ لے سکتی ہے؟

یہ سوال بڑی اہمیت کا حامل ہے جس پر لڑائی جھگڑا کرنے کی بجائے غور و فکر اور تدبر کرنے کی ضرورت ہے۔ تاکہ معاشرے میں انتشار کی بجائے افہام و تفہیم والا ماحول پیدا ہو۔ تبدیلی ہمیشہ اضطراب لاتی ہے۔ کئی بحثوں کو جنم دیتی ہے۔ کئی سوالات اٹھتے ہیں۔ بعض کے جواب فورا مل جاتے ہیں اور بعض سوالات اہلِ علم و دانش کی توجہ کے تا دیر مرہون منت ہوتے ہیں۔ جس پر قومی اور بین الاقوامی مباحثہ جنم لیتا ہے جس کے دوررس اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ آخر میں اجماع امت کا راستہ کھلتا ہے۔ اور آہستہ آہستہ امت مشکل کا حل ڈھونڈ لیتی ہے۔ اس لیے نئی چیز سے گھبرانا نہیں چاہیئے۔ نہ ہی تبدیلی والے کو غیر مسلم اور بے دین کے فتوؤں سے نوازنا چاہیئے۔ اگر دیکھا جائے تو یہی لوگ علم و دانش کی تخلیقات کا باعث بنتے ہیں۔ ان کے اعتراضات اپنی جگہ مگر انہی اعتراضات پہ تحقیق، غور و فکر اور تدبر ہوتا ہے تو معاشرہ تبدیلی کی اچھائیاں اپنا لیتا ہے اور برائیوں سے چھٹکارا پاتا ہے۔ اس وجہ سے یہ لوگ بھی برابر کے قابل احترام ہوتے ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ ٹیکنالوجی سنت نبوی ﷺ کی جگہ نہیں لے سکتی بلکہ دنیا کی کوئی بھی چیز نبی پاک ﷺ کی سنت مبارکہ کی متبادل تو دور کی بات اس کے بارے میں سوچا بھی نہیں جا سکتا۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ حالات کے مطابق سنت نبوی ﷺ پر عمل درآمد میں آسانی کے لیے کسی چیز کو اپنا لیا جائے تو اس میں مضائقہ نہیں ہے۔ جیسے اذان، شعائر اسلام میں سے ہے۔ جدید ٹیکنالوجی کی وجہ سے ہر گھر، ہر مسجد میں نماز کے اقات کے کلینڈر موجود ہیں اور عموما کاروباری طبقہ / مصروف لوگ اذان شاید ہی سنتے ہوں لیکن نماز کے اوقات پر وقت دیکھ کر نماز با جماعت کا بھی اہتمام کرتے ہیں۔ وقت پر مساجد میں بھی پہنچ جاتے ہیں۔ مگر آج تک کسی نے نہیں کہا کہ اب اذان کی ضرورت نہ ہے۔ کیلنڈر کی اہمیت اپنی جگہ، نمازوں کے اوقات معلوم کرنا بھی اعلیٰ، اب تو ٹیکنالوجی نے کمپیوٹر گھڑیوں کے ذریعے کلینڈر کی جگہ بھی لے لی ہے۔ روزانہ گھر میں / مساجد میں جملہ نمازوں کے اوقات اول، آخر، زوال، اشراق، چاشت، دن، مہینہ، سال اور یہاں تک کہ اس دن کا ٹمپریچر بھی معلوم ہو جاتا ہے۔ اس کے باوجود اذان ہوتی ہے۔ کیونکہ یہ سنت نبوی ﷺ ہے۔ ٹیکنالوجی نے آسانی پیدا کی ہے مگر سنت کی جگہ نہیں لی اور نہ ہی لے سکتی ہے۔ اسی طرح رؤیت ہلال میں بھی ٹیکنالوجی سے استفادہ کیا جا رہا ہے اور مزید حقائق تک رسائی کے لیے استفادہ کیا جا سکتا ہے مگر ٹیکنالوجی پر مکمل بھروسہ ہمیں کتنی ہی سنتوں سے محروم کر دے گا۔

3۔ ٹیکنالوجی کا استعمال ہمیں کئی سنتوں سے محروم کر دے گا۔

اب اس سوال کا جواب باقی ہے کہ کیا ٹیکنالوجی کا استعمال ہمیں سنت نبوی ﷺ سے محروم کر دے گا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر ہم مکمل طور پر ٹیکنالوجی پر بھروسہ کر لیں اور آنکھیں بند کر کے اس پر عمل کرنا شروع کر دیں تو یقیناً ہم بہت سی سنتوں سے محروم ہو جائیں گے۔ جیسے اسلام کے معاشی نظام کو چھوڑا تو ہم مادیت پرستی کا شکار ہو گئے۔

صرف رؤیت ہلال کمیٹی کو ٹیکنالوجی کے رحم و کرم پر چھوڑ دیں تو کم از کم تین سنتوں سے محروم ہو جائیں گے۔ جو کہ درج ذیل ہیں:

ا۔ چاند کو بصری آنکھ سے دیکھنے کی سنت

2۔ مطلع ابر آلود ہونے کی صورت میں شعبان کے 30 دن / رمضان کے 30 دن پورے کرنے کی سنت

3۔ چاند کو دیکھ کر دعا مانگنے کی سنت سے محرومی۔

1۔ چاند کو بصری آنکھ سے دیکھنے کی سنت۔

الف۔چاند دیکھ کر روزہ اور عید کرنے کی تلقین۔

آقا علیہ السلام چاند دیکھ کر روزہ اور عید کرنے کی تلقین فرماتے۔ رمضان میں روزہ کے لیے آپ ﷺ نے بڑے واضح انداز میں امت کو تلقین کی کہ صرف چاند نظر آنے کی صورت میں رمضان کا روزہ رکھا جائے گا۔ ابر آلود ہونے کی وجہ سے اگر چاند دکھائی نہیں دیتا تو پھر شک کے دن کا روزہ نہ رکھا جائے۔ بلکہ شعبان کے 30 دن مکمل کر کے پھر رمضان شریف شروع کیا جائے۔ یہی حکم عید الفطر کے لیے فرمایا حدیث نبوی ﷺ میں ہے

ابن عمررضی اللہ تعالیٰ عنھما قال، قال رسول اللہ الشھر تسع و عشرون فلا تصوموا حتی تروہ ولا تفطروا حتی تروہ فان غم علیکم فاقد روالہ ۔(14)

حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما بیان کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ماہ انتیس دن کا بھی ہوتا ہے اس لیے چاند دیکھے بغیر تم روزہ نہ رکھو اور نہ چاند دیکھے بغیر عید کرو اگر مطلع ابر آلود ہو تو روزوں کی مدت پوری کرو۔

اسلامی مہینہ چونکہ چاند کی گردش پر محیط ہے اور قمری مہینہ 29 یا 30 دنوں کا ہوتا ہے اس لیے فرماتے ہیں کہ 29 دنوں کے بعد چاند نظر آئے تو ٹھیک و گرنہ 30 دن پورے کیے جائیں۔ اور اگلے دن رمضان شریف شروع کیا جائے۔ آقا علیہ السلام نے یوم شک کا روزہ رکھنے سے منع کیا ہے۔ تاکہ امت میں اس عظیم ماہ کی ابتدا اور اختتام میں اختلاف پیدا نہ ہو بلکہ یکسانیت اور یکسوئی ہو۔

ب۔یوم شک کے روزے کی ممانعت

یوم شک کی تعریف:

امام طحاوی کے مطابق تیس شعبان کو مطلع ابر آلود ہو اور چاند نظر نہ آیا ہو یا قاضی کے پاس چاند دیکھنے کی ایسے شخص نے گواہی دی ہو جس کی گواہی قبول نہ کی جاتی ہو یا ایک غلام یا ایک عورت نے چاند دیکھنے کی خبر دی ہو۔(15)

آقا علیہ السلام نے اپنی امت کے لیے آسانیاں فرمائیں اور رمضان اور عید کو چاند دیکھنے کی گواہی سے مشروط کیا۔ چاند نظر نہ آنے کی صورت میں 30 دن مکمل کرنے کا فرمایا۔ مطلع ابر آلود ہونے کی صورت میں اگر چاند دکھائی نہ دیتا تو آپ ﷺ روزہ نہ رکھتے بلکہ شعبان کے 30 دن مکمل فرماتے۔

حضرت عباس سے مروی ہے۔

عن ابن عباس قال عجبت ممن یتقدم الشھر و قد قال رسول اللہ اذارایتم الھلالفصومو واذا رایتموہفافطرواوافان غمہ علیکم فاکملو العدۃثلاثلثین۔ ۔(16)

حضرت عباس فرماتے ہیں کہ اس شخص پر تعجب ہے جو ماہ رمضان شروع ہونے سے پہلے روزہ رکھتا ہے جب کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ جب تم چاند دیکھو تو پھر روزہ رکھو اور جب اگلا چاند دیکھو تو روزے رکھنا چھوڑ دو۔ اگر چاند چھپ جائے تو مہینے کی گنتی تیس دن پوری کرو۔

اسی طرح عید کے چاند کو بھی تسلی سے دیکھنے کی تعلیم دی۔ چاند نظر آجائے تو عید کا اعلان فرماتے۔ شک کی صورت میں 30 روزے پورے فرماتے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

لا تصوموا حتی تر واالھلال ولا تفطروا حتی تروہ فان اغمی علیکم فاقد روالہ ۔(17)

تم چاند دیکھے بغیر روزہ نہ رکھو اور نہ چاند دیکھے بغیر عید کرو۔ اگر مطلع ابر آلودہ ہو تو اس کے لیے (روزوں کی) مدت پوری کرو۔

صلتہ بن زفر بیان کرتے ہیں کہ ہم عمار بن یاسر کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو وہ ایک بھنی ہوئی بکری لے کر آئے اور کہا: کھاو، تو لوگوں میں سے ایک شخص نے کہا: میں روزہ دار ہوں۔ حضرت عمار نے کہا: جس نے یوم شک کا روزہ رکھا اس نے ابو القاسم ﷺ کی نافرمانی کی۔ (18)

مندرجہ ذیل گفتگو سے ہم اس نتیجے پہ پہنچے ہیں کہ رؤیت ہلال کے بغیر نہ تو روزہ رکھیں اور نہ ہی عید کریں۔ مطلع صاف ہو تو ٹھیک ہے۔ ابر آلود ہونے کی صورت میں شک کی بنیاد پر روزہ اور عید نہ کی جائے۔

2۔ مطلع ابر آلود ہونے کی صورت میں شعبان کے 30 دن / رمضان کے 30 دن پورے کرنے کی سنت

اسلامی نظام رویئت کا مدار بنیادی طور پر رویئت بصری پر ہے اس بارے میں آقا علیہ السلام کی احادیث سے کتب بھری پڑی ہیں جن میں آپ ﷺ نے واضح طور پر چاند دیکھ کر رمضان اور عید کرنے کا حکم دیا ہے۔ مطلع ابر آلود ہونے کی صورت میں جب چاند نظر آنے کی امید نہ ہو تو 30 دن پورے کرنے کی ہدایت کی ہے۔

صحیح مسلم شریف میں ہے کہ۔

عن ابن عمررضی اللہ تعالیٰ عنهما قال ۔ قال رسول اللہ ؐ (لا تصوموا حتی تر واالهلال ولا تفطروا حتی تروه فان غم علیكم فاقد روالہ) (19)

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم روزہ نہ رکھو حتیٰ کہ تم (رمضان کا) چاند دیکھ لو۔ اور روزہ رکھنا موقوف نہ کرو حتیٰ کہ تم اس (ہلال شوال) کو دیکھ لو۔ اگر مطلع ابر آلود ہو تو اس کے لیے (تیس دن کا) اندازہ کر لو۔

عن ابن عمررضی اللہ تعالیٰ عنهما قال رسول اللہ (الشهر تسع و عشرون لیلۃ فلا تصوموا حتی تروه فان غم علیكم فا كملو العدۃ ثلٰثین) (20)

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ماہ انتیس دن کا بھی ہو سکتا ہے تم روزہ نہ رکھو حتی کہ تم اس (ہلال رمضان) کو دیکھ لو۔ اگر مطلع ابر آلود ہو تو پھر تیس کی گنتی مکمل کر لو۔

ٹیکنالوجی کے استعمال سے مطلع ابر آلود ہونے کی صورت میں بھی چاند کے نظر آنے کی مدت پوری ہونے پر یعنی رؤیت ہلال کا علم ہونے کی بناء پر رمضان / عید کا اعلان کر دیا جائے گا۔ پھر اس حدیث کے بارے میں صاحبان علم و دانش کیا کہیں گے۔

اگر مطلع ابر آلود ہو تو پھر 30 دن کی گنتی مکمل کر لو۔ (21)

ٹیکنالوجی کے استعمال سے "پھر 30 دن پورے کر لو" کی سنت پر کبھی عمل نہ ہو سکے گا۔ کیونکہ ٹیکنالوجی نے چاند نظر آنے یا نہ آنے کا اعلان نہیں کرنا بلکہ یہ اعلان / کلینڈر ہونا ہے کہ اس شام کو چاند کی مدت پوری ہو گئی ہے۔ یعنی سائنسی ذرائع سے رؤیت ہلال کا علم ہو گیا ہے۔ چاہیے چاند نظر آئے یا نہ آئے۔ اس لیے کل رمضان / عید ہو گی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شعبان کی اس قدر حفاظت کیا کرتے تھے کہ جتنی دوسرے مہینوں کی حفاظت نہیں کرتے تھے۔ پس جب آپ ﷺ ہلال رمضان کو دیکھ لیتے تو روزہ رکھتے۔ پس اگر مطلع ابر آلود ہوتا تو آپ ﷺ تیس دن پورے کرتے پھر روزہ رکھتے۔ (22)

اس سے معلوم ہوا کہ رمضان کے ثبوت کے لیے ہمیں کسی اور علم کی ضرورت نہیں ہے اگر ایسا ہوتا تو نبی کریم ﷺ بھی چاند دکھائی نہ دینے کی صورت میں (مطلع ابر آلود ہونے کی صورت میں) میں اس علم کا اعتبار کرتے اور ہمین اسی کا حکم دیتے۔

جمہور علماء کے مطابق، رمضان کا روزہ اسی وقت رکھا جائے گا کہ جب یقین سے ثابت ہو جائے کہ شعبان کا مہینہ ختم ہو گیا ہے اور یہ یقین اسی وقت حاصل ہو گا جب

1۔ رمضان کا چاند دکھائی دے

2۔ یا شعبان کے تیس دن پورے کیے جائیں

اسی طرح رمضان کے مہینے کے ختم ہونے کا یقین بھی اس وقت حاصل ہو گا جب

1۔ شوال کا چاند دکھائی دے

2۔ یا رمضان کے تیس روزے پورے ہو جائیں([23])

حدیث شریف میں ہے

حضرت ابن عمر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہم ایسی امت ہین جو (مکتب میں) پڑھی لکھی نہیں ہے نہ ہم (مہینے) کو لکھتے ہیں نہ (اس کا) حساب کرتے ہیں۔ مہینہ اس طرح، اس طرح اور اس طرح ہوتا ہے (آپ نے دوبار ہاتھ کی انگلیوں سے دس کا اشارہ کیا) اور تیسری بار ایک انگلی کو دبا لیا یعنی مہینہ انتیس دن کا بھی ہوتا ہے اور تیس دن کا بھی ہوتا ہے۔([24])

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رمضان یا عید کے چاند کا علم نجوم یا چاند کے منازل سفر کے حساب سے معین کرنا شریعت میں معتبر نہیں ہے۔ شریعت میں معتبر صرف یہ ہے کہ چاند دکھائی دے ورنہ پھر شعبان کے تیس دن یا رمضان کے تیس روزے پورے کیے جائیں۔([25])

3۔ چاند کو دیکھ کر دعا مانگنے کی سنت سے محرومی۔

5 سالہ یا دس سالہ قمری کلینڈر پر عمل کرنے سے لوگوں میں رویت ہلال کی دلچسپی کم ہو جائے گی۔ جب رویت ہلال کی سنت چھوٹے گی تو لا محالہ چاند کو دیکھ کر دعا مانگنے کی سنت بھی امت آہستہ آہستہ بھول جائے گی۔

الف۔ ہر ماہ کا چاند دیکھنے پر مخصوص دعا۔

ہر ماہ چاند طلوع ہونے پر آقا علیہ السلام دعا فرماتے۔ یہ آپ ﷺ کا معمول مبارک تھا اسی وجہ سے چاند دیکھنے کے بعد یہ دعا مانگنا مستحب ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ چاند دیکھنے کے بعد یہ دعا مانگتے تھے۔

"الله اکبر اللهم اهله علينا بالا من و الايمان و السلا مة والاسلام والتوفيق لها تحب و ترضى ربی وربک الله" ۔ ([26])

"اللہ اکبر اے اللہ! ہم پر یہ چاند امن اور ایمان اور سلامتی اور اسلام کے ساتھ گزار اور اس چیز کی توفیق کے ساتھ جو تجھ کو پسند ہو اور جس پر تو راضی ہو۔ میرا رب اور تیرا رب اللہ ہے۔"

ب۔ رمضان کا چاند دیکھنے پر مخصوص دعا:

جبکہ رمضان شریف کا چاند طلوع ہوتا تو آقا علیہ السلام اس کے لیے مخصوص دعا فرماتے

"اللهم سلمنی لرمضآن وسلم رمضان لی وتسلمه منی متقبلا ۔ ([27])

مندرجہ بالا بحث سے ہم یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ دین اسلام کی تعلیمات ٹیکنالوجی کی محتاج نہ ہیں۔ ٹیکنالوجی کی ترقی کو دین اسلام کے احکامات کی روشنی میں پرکھا جائے گا۔ ٹیکنالوجی اگر قرآن و سنت کے احکامات سے مطابقت رکھے گی تو اسے بخوشی قبول کیا جائے گا وگرنہ اسے رد کر دیا جائے گا۔ اسی طرح رویت ہلال کے سلسلہ میں یہ بات سامنے آئی کہ اگر رویت ہلال کے سلسلہ میں مکمل طور پر

ٹیکنالوجی پر اعتماد کیا جاتا ہے تو پھر بہت ساری سنتیں چھوٹ جاتی ہیں جو کہ سراسر گھاٹے کا سودا ہے۔ ایک مسلمان کسی طور پر بھی یہ نہیں چاہے گا کہ وہ جان بوجھ کر سنت مصطفےٰ ﷺ کو نہ اپنائے یا اس کے خاتمے کا سبب بنے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ ٹیکنالوجی کی اپنی اہمیت ہے اس سے انکار ممکن نہیں۔ مگر دین کی قربانی دے کر ٹیکنالوجی کو نہیں اپنایا جا سکتا۔ اس کے استعمال سے اگر کسی طرح سنت مصطفےٰ ﷺ پر عمل درآمد میں آسانی پیدا ہوتی ہے تو اس ٹیکنالوجی کو بلا تاخیر اپنا لینا چاہیے اس میں کسی قسم کی مزاحمت نہیں ہونی چاہیے۔ اس کے استعمال میں جو بھی تحفظات ہوں انکو فوری طور پر دور کرنا چاہیے۔ ہاں، ٹیکنالوجی کے استعمال سے استفادہ کرنے کا ایک دوسرا حل بھی ممکن ہے کہ تجرباتی طور پر 15،20 سالہ کیلنڈر بھی بنالیا جائے اور ساتھ ساتھ رویت ہلال کمیٹی کے ذریعے شعبان اور رمضان المبارک کے مواقع پر رویت ہلال بھی ہو جائے اگر دونوں طرف سے تصدیق ہو جائے تو بہت اعلیٰ، وگرنہ آخری فیصلہ رویت ہلال کمیٹی کا ہی ہونا چاہیے۔ اس طریقہ سے سنتوں پر عمل کے ساتھ ساتھ ٹیکنالوجی سے بھی استفادہ رہے گا۔ اس سے ہمیں ٹیکنالوجی کی اعتباریت کا بھی علم ہو جائے گا اور یقیناً وقت کے ساتھ ساتھ ہم حقیقت حال سے آگاہ ہو کر حق کو پالیں گے۔ اس سلسلہ میں لڑائی جھگڑے سے بچنا چاہیے۔

3۔ رؤیت ہلال میں آئمہ اربعہ کے اختلاف کی نوعیت

دنیا کا یہ نظام قدرت قمر و شمس کی حرکات کا مرہون منت ہے۔ ارشاد ربانی ہے

وَآيَةٌ لَّهُمُ ٱللَّيْلُ نَسْلَخُ مِنْهُ ٱلنَّهَارَ فَإِذَا هُم مُّظْلِمُونَ وَٱلشَّمْسُ تَجْرِى لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذَٰلِكَ تَقْدِيرُ ٱلْعَزِيزِ ٱلْعَلِيمِ وَٱلْقَمَرَ قَدَّرْنَاهُ مَنَازِلَ حَتَّىٰ عَادَ كَٱلْعُرْجُونِ ٱلْقَدِيمِ لَا ٱلشَّمْسُ يَنبَغِى لَهَآ أَن تُدْرِكَ ٱلْقَمَرَ وَلَا ٱللَّيْلُ سَابِقُ ٱلنَّهَارِ وَكُلٌّ فِى فَلَكٍ يَسْبَحُونَ۔(28)

"اور ان کے لیے ایک نشانی رات ہے ہم اس پر سے دن کھینچ لیتے ہیں جبھی وہ اندھیروں میں ہیں اور سورج چلتا ہے۔ اپنے ایک ٹھہراو کے لیے۔ یہ حکم ہے زبردست علم والے کا۔ اور چاند کے لیے ہم نے منزلیں مقرر کیں۔ یہاں تک پھر ہو گیا جیسے کھجور کی پرانی ڈالی۔ سورج کو نہیں پہنچتا کہ چاند کو پکڑ لے اور نہ رات دن پر سبقت لے جائے۔ اور ہر ایک ایک گھیرے میں تیر رہا ہے"۔

مسلمانوں کی اسلامی مہینوں کی ابتداء اور انتہاء چاند کے دیکھنے پر منحصر ہے یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے زمانہ سے لے کر آج تک دنیا بھر کے مسلمانوں کا یہ عمل رہا ہے جب کہ بعض عبادات میں سے بعض کا تعلق قمری نظام سے ہے اور بعض شمسی نظام کے مطابق انجام پاتی ہیں۔ مثلاً شمسی نظام کے حساب سے نمازوں کے اوقات، سحر و افطار اور طلوع و غروب کے اوقات مقرر ہیں جب کہ قمری مہینوں کے ساتھ ہمارا روزوں، زکوٰۃ اور حج کی عبادات کا تعلق ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

"یسئلو نک عن الا ھلۃِ قل ھی مو اقیت للناس و الحج" ۔ (29)

"تم سے نئے چاند کو پوچھتے ہیں۔ تم فرمادو وہ وقت کی علامتیں ہیں لوگوں اور حج کے لیے۔"

چاند کے گھٹنے بڑھنے کے فوائد اللہ تعالیٰ نے بیان کیئے ہیں یعنی اس کا گھٹنا بڑھنا وقت کی علامتیں ہیں۔ آدمیوں کے ہزارہا دینی و دنیاوی کام اس سے متعلق ہیں۔ مثلاً ہلال رمضان اور ہلال عید کا اعلان۔ اول میں جب چاند باریک ہوتا ہے تو دیکھنے والا جان جاتا ہے کہ یہ ابتدائی تاریخیں ہیں اور جب چاند پورا روشن ہوتا ہے تو معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ مہینے کی درمیانی تاریخ ہے۔ چاند جب چھپ جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ مہینہ ختم ہو گیا ہے۔ یوں چاند کے گھٹنے بڑھنے سے دنوں، مہینوں اور سالوں کا حساب ہوتا ہے۔ یہ ایک قدرتی جنتری ہے جو آسمان کے صفحہ پر ہمیشہ کھلی رہتی ہے۔ (30) رویت ہلال ہمیں شعائر اسلام پر عمل کرنے میں معاون و مددگار ہوتا ہے۔ جیسے کہ رمضان المبارک کی ابتداء، انتہاء، عیدین اور جملہ مقدس راتوں اور دنوں کا تعین۔ رؤیت ہلال میں ہلال رمضان اور ہلال عید الفطر کی

بڑی اہمیت ہے۔ ابتداء میں رؤیت ہلال پر متفق علیہ احادیث بیان کی جا چکی ہیں۔ رؤیت ہلال کے لیے پہلی شرط یہ ہے کہ ہلال رمضان / ہلال عید دیکھنے والا مسلمان ہو۔

سنن ابو داؤد میں عکرمہ سے روایت ہے کہ

"عن عكرمة انهم شكوافى رمضان مرة فآرادوا ان لا يقوموا و لا يصوموافجاء اعرابى من الحرة فشهد انہ راى الهلال فاتى بہ النبى ﷺ فقال التشهدان لاالٰہ الا الله و انى رسول الله قال نعم و شهد انہ راى الهلال۔ فامر بلال فنادى فى الناس ان يقوموا وان يصوموا " ۔ [31]

"عکرمہ کہتے ہیں کہ ایک بار لوگوں کو ہلال رمضان میں شک ہو گیا۔ ان کا ارادہ ہو گیا کہ تراویح پڑھیں گے نہ روزہ رکھیں گے۔ اچانک حرہ سے ایک اعرابی آیا اور اس نے چاند دیکھنے کی گواہی دی۔ اس کو نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو اللہ تعالیٰ کے وحدہ لاشریک ہونے اور میرے رسول ہونے کی گواہی دیتا ہے۔ اس نے کہا۔ ہاں! اور اس نے چاند دیکھنے کی گواہی دی۔ آپ ﷺ نے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اعلان کرنے کا حکم دیا۔ سو بلال نے یہ اعلان کیا کہ لوگ تراویح پڑھیں اور روزہ رکھیں۔"

اس حدیث مبارکہ میں 3 نکات واضح ہوئے۔

1۔ شہادت ہلال رمضان صرف مسلمان کی قبول ہو گی۔

2۔ ایک شخص کی گواہی بھی قابل قبول ہے۔

3۔ گواہ کا قاضی کی عدالت میں بیان دینا ضروری نہیں ہے۔

فاضل بریلوی نے مجلس قضا میں گواہ کو حاضری سے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔ [32]

اختلاف کا سبب۔

اب ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن مجید میں چاند کے گھٹنے بڑھنے کے فوائد بیان ہو گئے ہیں۔ احادیث نبویہ ﷺ میں رؤیت ہلال کی عظمت وفضیلت بیان ہو گئی تو پھر امت میں رؤیت ہلال میں اختلاف کیوں ہے؟ اختلاف کی نوعیت کیا ہے؟

آئمہ اربعہ میں ہلال رمضان اور ہلال عید کی شہادت پر بڑی تفصیلی بحث موجود ہے۔

علامہ ابو عبد اللہ وشتانی فرماتے ہیں کہ

اختلاف کا سبب یہ ہے کہ آیا یہ (رؤیت ہلال رمضان / ہلال عید) شہادت ہے جس کے لیے دو آدمی ضروری ہیں۔ یا خبر ہے جس میں ایک آدمی کی خبر سے بھی احکام ثابت ہو جاتے ہیں۔ [33]

آئمہ اربعہ میں اس اختلاف پر 4 پہلوؤں سے بحث ہے۔

1۔ ہلال رمضان کی گواہی مطلع ابر آلود ہونے کی صورت میں۔

2۔ ہلال رمضان کی گواہی آسمان صاف ہونے کی صورت میں۔

3۔ ہلال عید کی گواہی مطلع ابر آلود ہونے کی صورت میں۔

4۔ ہلال عید کی گواہی آسمان صاف ہونے کی صورت میں۔

1۔ ہلال رمضان کی گواہی ابر آلود ہونے کی صورت میں

امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک ایک آدمی کی گواہی سے رمضان اور عید کا چاند ثابت ہو جاتا ہے۔ مطلع صاف یا غبار آلود ہونے کی دونوں صورتوں میں ایک مسلمان کی گواہی قبول ہے۔ ([34])

جبکہ امام مالک ہلال رمضان (اور ہلال عید میں بھی) کی صورت میں دو مردوں کی گواہی کو ضروری خیال کرتے ہیں۔ ([35]) ان کے نزدیک بھی مطلع صاف ہونے یا غبار آلود ہونے میں کوئی فرق نہ ہے۔

امام ابو حنیفہ ہلال رمضان کی گواہی میں مطلع ابر آلود ہونے کی صورت میں ایک آدمی کی گواہی کو تسلیم کرتے ہیں۔ ([36])۔

مندرجہ بالا بحث میں امام ابو حنیفہ، امام شافعی اور امام احمد ایک مرد کی گواہی کو قبول کر رہے ہیں اس لیے آسمان ابر آلود ہونے کی صورت میں ہلال رمضان کی صورت میں ایک عادل شخص کی شہادت قبول کی جائے گی خواہ وہ مرد ہو یا عورت۔ کیونکہ یہ دینی معاملہ ہے۔ اور حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ہلال رمضان کی رؤیت میں ایک آدمی کی شہادت قبول کی ہے۔ ([37]) اس کے علاوہ ایک شخص کی گواہی اس لیے بھی قبول ہے کیونکہ رمضان میں روزے رکھ کر اللہ کی عبادت کرنا مقصود ہے۔ یعنی اللہ کے حکم پر عمل کرنا ہے۔ اس لیے یہ حقوق اللہ ہے۔ ([38]) اور حقوق اللہ پر عمل کے لیے ایک گواہ ہی کافی ہے۔

جبکہ امام مالک نے دو گواہوں کو ضروری خیال کیا ہے۔ شاید وہ ہلال رمضان کی شہادت کو حقوق العباد میں خیال کرتے ہوں۔ کیونکہ حقوق العباد دو عادل گواہوں کے بغیر ثابت نہیں ہوتے۔ رمضان کی ابتداء چونکہ روزوں سے ہے اور یہ حقوق اللہ ہے اس لیے حقوق اللہ کی پیروی میں ایک گواہ ہی کافی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہلال رمضان کے لئے مطلع ابر آلود ہونے کی صورت میں امام اعظم ابو حنیفہ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ ایک گواہی کو قبول کرتے ہیں جبکہ امام مالکؒ کے نزدیک دو گواہ ضروری ہیں۔

2۔ ہلال رمضان کی گواہی مطلع صاف ہونے کی صورت میں۔

امام شافعی اور امام احمد ایک عادل شخص کی گواہی کو تسلیم کرتے ہیں جبکہ امام مالک دو اشخاص کی گواہی کو ضروری جانتے ہیں۔ امام ابو حنیفہ مطلع صاف ہونے کی صورت میں جب تک جمِ غفیر کی شہادت نہ ہو رؤیت کو نہیں مانتے۔ ان کے نزدیک مطلع صاف ہونے کی صورت میں کثیر جماعت کو چاند دیکھنا چاہیئے۔ تاکہ خبر سے یقین حاصل ہو سکے۔ ([39])

مطلع صاف ہونے کی صورت میں ہلال رمضان کی گواہی میں امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کا مذہب ایک ہے اور وہ ایک عادل شخص کی گواہی کو تسلیم کرتے ہیں جبکہ امام مالکؒ دو اشخاص کی گواہی کو ضروری جانتے ہیں۔ البتہ امام اعظم ابو حنیفہؒ کے نزدیک مطلع صاف ہونے کی صورت میں ہلال رمضان کو لوگوں کی کثیر تعداد کا دیکھنا ضروری ہے اسکی مندرجہ ذیل وجوہات ہو سکتی ہیں:

1۔ آپؒ کے نزدیک مطلع صاف ہونے کی صورت میں چاند کا واضح نظر آنا ضروری ہے اور واضح شے کا ایک سے زیادہ لوگوں کا دیکھنا لازم ہے۔

2۔ جب مطلع صاف ہو تو لوگ سنت نبوی ﷺ پر عمل کرنے کے لیے زیادہ سے زیادہ تعداد میں چاند کو دیکھیں تاکہ چاند دیکھنے کی سنت پر عمل ہو جائے۔

3۔ زیادہ سے زیادہ لوگوں میں چاند دیکھنے کا شوق پیدا ہو۔

4۔ کسی قسم کا شک نہ رہے۔

5۔ سنت نبوی ﷺ عوام کی سطح پر ہمیشہ زندہ رہے۔

3۔ ہلال عید کی گواہی مطلع ابر آلود ہونے کی صورت میں۔

امام احمد اور امام شافعی کے نزدیک ایک آدمی کی گواہی سے عید کا چاند (رمضان کا بھی) ثابت ہوتا ہے۔ امام مالک دو مردوں کی گواہی کو ضروری جانتے ہیں جبکہ امام ابو حنیفہ نے ہلال عید اور ہلال رمضان میں گواہی کو فرق کیا ہے۔ امام ابو حنیفہ ہلال عید کی رؤیت کی صورت میں (اگر مطلع ابر آلود ہو تو) دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی ضروری خیال کرتے ہیں۔ (40)

کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ہلال رمضان کے ثبوت کے لیے ایک شخص کی گواہی کو کافی جانا اور ہلال عید کے ثبوت میں دو گواہوں کی تصدیق کو مانا۔ امام بیہقی روایت کرتے ہیں۔

" عن طاوس قال شهدت المدينة و بها ابن عمرو ابن عباس قال فجاء رجل الى و اليها فشهد عنده على روية الهلا ل هلال رمضان فسال ابن عمروابن عباس عن شهادته فامراه ان يجيزوقال ان رسول الله اجاز شهادة رجل على رويةهلال رمضان قالاوكان رسول الله لا يجيز على شهادة الافطار الاشهادة رجلين۔" (41)

طاوس کہتے ہیں کہ میں مدینہ میں تھا۔ وہاں حضرت ابن عباس اور ابن عمر بھی تھے کہ ایک شخص نے حاکم مدینہ کے پاس آکر رمضان کا چاند دیکھنے پر گواہی دی۔ حاکم مدینہ نے حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس سے اس کی گواہی کے متعلق پوچھا۔ انھوں نے اس کی شہادت قبول کرنے کا حکم دیا۔ اور بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہلال رمضان میں ایک شخص کی گواہی کو جائز قرار دیا۔ اور ہلال عید کے ثبوت میں دو آدمیوں کی گواہی کے ماسوا کو ناجائز قرار دیا۔

ابر آلود موسم میں ہلال رمضان میں ایک اور ہلال عید میں دو گواہوں کا حکم حدیث مبارکہ میں ملتا ہے۔ اس لیے امام ابو حنیفہ نے آپ ﷺ کے احکامات کی پیروی کی۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ جن کو پانچواں خلیفہ السلام مانا جاتا ہے۔ عید کے چاند کے لیے دو گواہوں کو ضروری خیال کرتے تھے۔ امام عبد الرزاق روایت کرتے ہیں۔

عن اسحاق ابن عبدالله ان عمروبن عبدالعزيز كان يجيز على روية الهلال بالصوم رجلا واحداولا يجيزعلى الفطر الارجلين۔ (42)

اسحاق بن عبد اللہ روایت کرتے ہیں کہ عمر بن عبد العزیز ہلال رمضان کے ثبوت میں ایک آدمی کی گواہی قبول کر لیتے تھے اور ہلال عید کے ثبوت میں دو آدمیوں سے کم گواہی قبول نہیں کرتے تھے۔ اس لیے آپ نے ہلال عید کی رؤیت میں (مطلع ابر آلود ہونے کی صورت میں) دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں سے کم کی شہادت قبول نہیں کی۔" (43)

آپ کی تائید میں شمس الائمہ علامہ سرخسی نے فرمایا کہ ہلال رمضان میں عبادت میں شروع ہونا ہے اس لیے احتیاط کا تقاضا ہے کہ ایک شخص کی گواہی سے بھی رمضان کا ثبوت مان لیا جائے۔ جبکہ ہلال عید میں عبادت سے خارج ہونا ہے اور اس کو ختم کرنا ہے اس لیے دو آدمیوں کی گواہی کے بغیر اس کا ثبوت نہ ہو گا۔ (44) یعنی عبادت میں شامل ہونا ہو تو ایک گواہی کافی ہے اور اللہ کی عبادت سے نکلنے کے لیے ضروری ہے کہ دو گواہ ہوں۔ ایک اور جگہ علامہ سرخسی رؤیت ہلال رمضان کو حقوق اللہ اور رؤیت ہلال عید کو حقوق العباد سے تعبیر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ عید میں کھانا پینا ہے۔ خواہش نفس ہے اور یہ حقوق العباد ہے۔ اس لیے جیسے باقی حقوق العباد بغیر دو گواہوں کے ثابت نہیں ہوتے۔ اسی طرح ہلال عید بھی دو آدمیوں کی گواہی کے بغیر ثابت نہیں ہو گا۔ (45)۔

4۔ ہلال عید کی گواہی مطلع صاف ہونے کی صورت میں۔

امام شافعیؒ اور امام احمدؒ ایک گواہی کو تسلیم کرتے ہیں جبکہ امام مالکؒ دو گواہوں کو ضروری خیال کرتے ہیں۔ امام ابو حنیفہؒ مطلع صاف ہونے کی صورت میں لوگوں کی کثیر تعداد کی رؤیت کو تسلیم کرتے ہیں۔(46) ان کے نزدیک واضح شے کی رؤیت ایک سے زیادہ لوگوں کی صورت میں ہونی چاہیئے تاکہ کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش نہ رہے۔ خلاصہ بحث یہ ہے کہ امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک چاہے مطلع ابر آلود ہو یا نہ ہو ہلال رمضان اور ہلال عید ایک گواہ سے ثابت ہو جاتا ہے۔ امام مالک کے نزدیک دو آدمیوں کی گواہی ہر حال میں ضروری ہے۔ امام ابو حنیفہ کے مذہب میں تفصیل ہے۔

اختلاف کی روح:

1۔ امام مالک کے نزدیک ہلال رمضان اور ہلال عید حقوق العباد سے ہے اور حقوق العباد دو گواہوں کے بغیر قبول نہیں ہوتے۔

2۔ جبکہ امام محمد اور امام شافعی نے ہلال عید اور ہلال رمضان کو حقوق اللہ کے طور پر لیا ہے جس کی اطاعت میں ایک گواہ بھی قبول ہے۔

3۔ اسی طرح امام ابو حنیفہ کے نزدیک ہلال رمضان حقوق اللہ میں سے ہے اس لیے ایک گواہ مانتے ہیں جبکہ ہلال عید کو حقوق العباد میں لیتے ہیں اس لیے دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی کو ضروری خیال کرتے ہیں۔ یعنی آپ نے ہلال رمضان اور ہلال عید میں حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کو مد نظر رکھا ہے۔

4۔ اس لیے اگر آپ کی پیروی کی جائے تو باقی تینوں آئمہ کرام کی تعلیمات بھی آپ کے فیصلے میں موجود ہیں۔ اس لیے آپ کے فیصلے پر عمل آئمہ اربعہ کے فیصلے پر عمل سمجھا جائے گا۔ بظاہر اختلاف نظر آرہا ہے لیکن یہ اختلاف نہیں ہے بلکہ اتحاد ہے اور باعثِ رحمت ہے۔

فوائد۔

1۔ دراصل سائنسی طبقہ چاند کی مدت پوری ہونے پر رؤیت ہلال کا اعلان کر دینا دینی فریضہ سمجھ رہا ہے جب کہ رؤیت ہلال میں احادیث مبارکہ واضح ہیں کہ جب تک چاند نظر نہ آئے رمضان یا عید نہ کرو اور یہی نقطہ نظر مذہبی طبقہ اختیار کیے ہوئے ہے۔ ظاہری آنکھ سے دیکھنے کو رؤیت ہلال کہا گیا ہے نہ کہ علم حاصل کرنے کو۔ اس لیے سائنسی طبقہ کو اختلاف میں حد سے نہیں گزرنا چاہیے بلکہ حقیقت کو سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ ٹیکنالوجی سنت نبوی ﷺ کا متبادل نہیں ہو سکتی۔ اس سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔

2۔ ٹیکنالوجی سے استفادہ کرنے میں حرج نہیں ہونا چاہیے لیکن اس کو سکینڈری پہلو کے طور پر استعمال کرتے ہوئے ضرور فائدہ حاصل کرنا چاہیے لیکن اگر اس پر مستقل اعتماد کر لیا جائے تو اس کے دو نقصانات ضرور ہوں گے ایک تو بہت دفعہ ان کی پشین گوئی غلط ثابت ہوتی ہے جو کہ مسلسل ہم موسم اور بارش کے لحاظ سے دیکھ رہے ہیں اور دوسرا بہت سی سنتوں سے محروم ہو جائیں گے۔

3۔ نبی پاک ﷺ شک کا روزہ نہ رکھتے تھے۔

4۔ رمضان کا چاند دیکھنے کے لیے ایک مسلمان کی گواہی کافی ہے کیونکہ یہ حقوق اللہ ہے۔

5۔ عید الفطر کا چاند دیکھنے کے لیے دو گواہ ضروری ہیں کیونکہ یہ حقوق العباد ہے۔

6۔ اختلاف آئمہ اربعہ باعثِ رحمت ہے۔ کیونکہ ہر ایک نے قرآن وسنت کی روشنی میں مسائل کا حل نکالا ہے۔ جس کی وجہ سے آقا علیہ السلام کی ہر سنت زندہ ہے۔

حوالہ جات

[1] https://earthsky.org/moon-phases/new-moon dated :22/06/2021at 12:00am-

[2] ایضا

[3] منیب الرحمٰن، مفتی، رویئت ہلال، کراچی، ادارہ عرفان التوقیت، دارالعلوم نعیمیہ، 2018، ص:51

[4] ایضا، ص:63

[5] ایضا، ص:12

[6] امام، ولی الدین، محمد بن عبداللہ، تبریزی، مشکوٰۃ المصابیح، دہلی، رقم الحدیث:1970

[7] منیب الرحمٰن، مفتی، رویئت ہلال، ص:14

[8] ایضا، ص:73

[9] ایضا، ص:36

[10] ایضا، ص:86

[11] https//:www.YouTube.mirzamuhammadaliinjinear Dated: 04/06/2019 at 07:10 am

[12] بریلوی، احمد رضاخان، فتاویٰ رضویہ، فیصل آباد، مطبوعہ سنی دارالاشاعت، ج26، ص:423

[13] علامہ، احمد قسطلانی، ارشاد الساری شرح صحیح بخاری، مصر، مطبع میمنہ، 1306ھ، ج3، ص:357

[14] قشیری، مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، ریاض، دارالسلام، رقم الحدیث:2398

[15] علامہ، بدرالدین عینی، عمدۃ القاری، مصر، ادارہ الطباعۃ المنیریہ، 1348ھ، ج4، ص:382

[16] نسائی، احمد بن شعیب، امام، سنن نسائی، ریاض، دارالسلام، رقم الحدیث:2127

[17] نسائی، احمد بن شعیب، امام، سنن نسائی، ریاض، دارالسلام، رقم الحدیث:2127

[18] ابن ماجہ، محمد بن یزید، امام، سنن ابن ماجہ، ریاض، دارالسلام، رقم الحدیث، 1648

[19] قشیری، مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، رقم الحدیث، 2398

[20] بخاری، محمد بن اسماعیل، امام، الصحیح البخاری، کراچی، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع، رقم الحدیث، 1907

[21] ایضا

[22] ابو داود، سلیمان بن اشعث، امام، سنن ابی داود، رقم الحدیث۔2375

[23] سعیدی، غلام رسول، علامہ، نعمۃ الباری، لاہور: فرید بک سٹال، ج4، ص 92-391

[24] بخاری، محمد بن اسماعیل، امام، الصحیح البخاری، رقم الحدیث:1913

[25] ابن بطال، علی بن خلف، شرح ابن بطال، بیروت، دارالکتب العلمیہ، 1424ھ، ج4، ص24

[26] ابن قدامہ، عبداللہ بن احمد، المغنی، بیروت، مطبوعہ دارالفکر، 1405ھ، ج3، ص4-6

[27] علی متقی بن حسام الدین، علامہ، کنزالایمان، بیروت، مطبوعہ موسسہ الرسالہ، 1405ھ، ج8، ص584

[28] یس:36:30تا40

[29] البقرہ:2:189

[30] بریلوی، احمد رضاخان، کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن مع خزائن العرفان فی تفسیر القرآن، لاہور، ضیاء القرآن پبلی کیشنز۔ کراچی، ص54

[31] ابوداؤد، سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد، لاہور، مطبوعہ مطبع مجتبائی، 1405ھ، ج1، ص:320

32 بریلوی، احمد رضاخان، فتاوی رضویہ، ج10، ص:55۔546

33 وشتانی، محمد بن خلفہ، اکمال اکمال المعلم،، بیروت، مطبوعہ دارالکتب العلیمہ، ج3 ص:220

34 نواوی، یحیی بن شرف، شرح المھذب، م، بیروت، طبوعہ دارالفکر، ج6، ص282

35 ایضا، ج3، ص:282

36 ایضا، ج3، ص:282

37 مرغینائی، علی بن عبدالجلیل، ہدایہ مع فتح الکبیر، سکھر، مطبوعہ مکتبہ نوایہ رضویہ، ج2، ص:52۔250

38 سرخسی، محمد بن احمد، المبسوط، بیروت، مطبوعہ دارالمعرفت، 1398ھ، ج03، ص:139

39 نواوی، یحیی بن شرف، شرح المھذب، ج6، ص282

40 ایضاً، ج6، ص282

41 بیہقی، احمد بن حسین، سنن کبریٰ، ملتان، مطبوعہ نشر السنۃ، ج4، ص:212

42 صنعاتی، عبدالرزاق بن ہمام، المصنف، بیروت، مطبوعہ مکتب اسلامی، 1390ھ، ج4م ص:167

43 مرغینائی، علی بن عبدالجلیل، ہدایہ مع فتح الکبیر، ج2، ص:22۔250

44 سرخسی، محمد بن احمد، المبسوط، ج3، ص139

45 ایضا؛

46 نواوی، یحیی بن شرف، شرح المھذب، ج6، ص282